Lesson 7: Al-Isra (Ayaat 78- 93): Day 29 سُوۡرَةُ بَنِیۡۤ اسرآئیل / الإسرَاء کی تفسیر

شاکلہ پر بہت بات ہوئی۔ ابھی تک کے سبق کا خلاصہ کریں تو پہلی بات کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کو مختلف بنایا ہے۔ ہمارا کام ہے یہ ہے کہ ہم اپنی صلاحیتوں کو پہچانیں۔ پھر اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور محنت شروع کر دیں۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ کانوں کی طرح ہیں. اَلنَّاسُ مَعَادِنُ , انسان معدنیات کی طرح ہوتے ہیں۔ معدنیات سے مراد سونا اور چاندی ہیں۔ سونے کی ایک اپنی بانٹ ہوتی ہے اور چاندی کی ایک اپنی بانٹ ہے۔ سونے اور چاندی کی چیزوں کو گولڈن پانی سے دھولیں تو ایک منٹ میں پتہ چل جاتا ہے کہ کون سی چیز سونا ہے اور کونسی چاندی ہے۔ اسی طرح ہر انسان کی صلاحیت میں فرق ہے۔

سونا کہے کہ میں تو بہت اعلیٰ ہوں کیوں کہ میں سونا ہوں اور چاندی اس کمپلیکس میں رہے کہ اللہ نے مجھے کچھ کیوں نہیں دیا، تو پھر اس کا نقصان یہ ہو گا کہ اس کی اپنی صلاحیت بھی ختم ہو جائے گی۔ بعض لوگ دوسروں کی صلاحیتوں کو دیکھ کر کڑھتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کن حالات میں کچھ کرتے ہیں۔ بعض دفعہ ایک بندہ ہزار لوگوں کو بھی فائدہ دے کر اتنا ہی اجر پاتا ہے، جبکہ دوسرا دس لوگوں کو فائدہ دے کر اُتنا اجر پاتا ہے۔ جس نے ہزار لوگوں کو فائدہ دیا تھا، ہو سکتا ہے اس میں ہزار لوگوں سے زیادہ کو فائدہ دینے کی کپیسٹی ہو۔ صرف وہ اپنی سستی کی وجہ سے ہزار تک رہا اور ہو سکتا ہے جس نے دس لوگوں کو فائدہ دیا ہو اس کی ذہنی استطاعت ہی اتنی تھی۔ اس کو کچھ یاد نہیں رہتا تھا اور نہ ہی بات اچھے طریقے سے کرنی آتی تھی۔ یاد رکھیے کیا کہ قیامت کے دن دس لوگ بڑھ

جائیں گے۔ معیار اور مقدار کا تناسب تو ہم نے دنیا میں سنا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمیں دی ہوئی صلاحیتوں کے مطابق دیکھے گا۔ ہمیں شوق اور شاکلہ میں فرق سمجھنا ہے۔ اگر ہمیں کسی چیز کا شوق ہو تو ہمیں اس کے لئے محنت کرنی چاہیے اور اگر صلاحیت نہیں ہے تو وقت ضائع کرنے کے علاوہ آپ کچھ نہیں کریں گے۔

قیامت کے دن ہم سے سوال شاکلہ کے بارے میں ہو گا۔ امام بخاری کے بارے اگر ہم پڑھتے ہیں ان کی شاکلہ کچھ اور تھی۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی شخصیات میں کتنا فرق دکھتا ہے۔ قبر اور حشر میں جو سوال ہو گا وہ ہم سے مسلک اور کارناموں کے بارے میں نہیں ہو گا بلکہ اس بارے میں ہو گا کہ اب جب اللہ نے تمہیں یہ صلاحیت دیں تو تم نے اس صلاحیت کو کیوں استعمال نہیں کیا۔ آج ہم بعض دفعہ ان چھوٹی چھوٹی پریشانیوں میں الجھ کر اپنی صلاحیت کو بھول جاتے ہیں۔ ہم کسی دوسرے کی بات چاہے وہ ہمارے اپنے اُستاد کی بات سے زیادہ اچھی ہو صرف اس لیے نہیں لیتے کہ وہ ہمارے مسلک کے نہیں۔ اسکا نقصان یہ ہوتا ہے کہ ہم خود کو چھوٹی چھوٹی باتوں میں اُلجھا لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کریں گے اگر ہم میں کوئی خیر ہے، اس کو ظاہر کر دے۔ جب کسی کو کسی چیز سے فائدہ ہوتا ہے تو وہ بات اس کے دل سے نکلتی ہے۔ جب ہم کسی نعمت کو حقیقت میں نعمت سمجھتے ہیں تو ہماری نظر اس چیز پر ہوتی ہے کہ ہم نے اس سے بھرپور فائدہ لینا ہے۔ اور اگر ہم کسی کو اپنا حق سمجھتے ہیں تو ہماری نظر صرف تنقید والی ہوتی ہے۔ تو ہم اپنی صلاحیتوں کو اللہ کی راہ میں صرف کر دیں اور اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تجھے تو معلوم ہے کہ میرے اندر کیا خوبی ہے، تو اس کو کھول دے۔ بعض اوقات اللہ انسان سے وہ کام لیتا ہے جو اس نے کبھی سوچے بھی نہیں ہوتے۔ جب تک سونا گھڑا نہیں ہوتا یہ

معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے کتنے خوبصورت زیور بنیں گئے۔ اے اللہ میرے کسی مال کو ضائع نہ کرنا تجھے پتہ ہے کہ میرے اندر کیا صلاحیت ہے۔ اور نبی ﷺ کا جو سب سے بڑا کارنامہ تھا وہ یہ تھا کہ آپ نے شاقلہ کے بت توڑے تھے۔ ہم اپنے آپ کو مختلف رسم ورواج میں لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ خاندان ، برادری اور لوگ کیا کہیں گے۔ اللہ کے نبی نے جب لوگوں کے بت توڑے تو ان سے ایک نیا انسان نکلا۔ عمر کیا تھے جھگڑالو، برادری کے نام پر مرنے اور مٹنے والے، جب وہ بت ٹوٹا تو اندر سے حضرت عمر بن خطاب نکلے، جو حق اور باطل کے فیصلے کرتے تھے۔ اصل تعمیر ذہنوں کی تعمیر ہوتی ہے۔ کچھ کرنا چاہتے ہو تو ذہن سازی کریں۔ امام مالک کی زندگی میں کسی نے ان سے کہا کہ آپ فقہ کے نام پر ایک کتاب لکھ دیں، یہ کر لو وہ کر لو۔ انہوں نے کہا کہ میں نہیں لکھوں گا۔ کیونکہ جو چیز میں سوچ رہا ہوں اس کا علم وہاں پر رک جائے گا۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں دین کے ساتھ علم کا شعور عطا کرے۔ اگلی آیت میں روح کی بات ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾

یہ لوگ تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں کہو "یہ روح میرے رب کے حکم سے آتی ہے، مگر تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے"۔

اے نبی یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کون پوچھ رہے تھے؟ مشرکین مکہ، یہود مدینہ کے کہنے پر بھی پوچھا گیا تھا۔ کیا جواب دیجئے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ آپ فرمادیجئے وہ میرے رب کے امر میں سے ہے اور وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا اور تمہیں نہیں دیا گیا علم مگر تھوڑا سا۔ زیادہ نہیں جانتے روح کے بارے میں۔ یہ سوال ان تین سوالوں میں سے تھا جو یہودِ مدینہ نے قریشِ مکہ کے

ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ ہر وقت آزماتے تھے چونکہ نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ان کے دل نہیں کھلے تھے، تو تھوڑے تھوڑے عرصے میں ان کے دل میں شک کا کیڑا پڑ جاتا تھا۔ وہ خود تو نہیں آسکتے تھے مگر کچے ایمان والوں کے ذریعے یہ باتیں پوچھتے تھے۔ تو انہوں نے تین سوال پوچھے جن میں سے۔

1۔ ایک سوال صحابہ کہف کے بارے میں تھا کہ یہ کون تھے؟

2۔ دوسرا سوال ذوالقرنین کے بارے میں تھا کہ یہ شخص کون تھا؟

ان دونوں سوالوں کے بارے میں سورہ کہف میں بات بیان کی گئی ہے۔

3۔ ان کا تیسرا سوال یہ تھا کہ یہ روح کیا ہوتی ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی؟

اس کا جواب یہاں دے دیا گیا قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّىۡ کہ روح کا تعلق عالمِ امر سے ہے۔ اگر لفظ روح کو دیکھیں تو قرآن پاک میں بھی تین مختلف چیزوں میں استعمال ہوا ہے۔

1۔ جو ہمارے بدن میں ہوتی ہے جس کو spirit کہہ لیجئے۔ جسم اور روح مل کر انسان بنتا ہے۔

2۔ اس کا دوسرا لفظ حضرت جبرائیل علیہ سلام کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جبرائیل کو "روح الامین" کہا جاتا ہے۔ روح القدس۔

3۔ اور تیسرا لفظ روح وحی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جبرائیل کو روح کیوں کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کے جسموں میں جان ڈالتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب ماں کے پیٹ میں چار ماہ کا حمل ٹھر جاتا ہے تو فرشتہ آتا ہے۔ بچے کے جسم میں روح ڈالتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی روح القدس کہا گیا ہے کیوں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے اندر بھی روح حضرت جبرائیل نے ڈالی تھی۔ کیونکہ وہ ظاہری اسباب تو نہیں تھے، تو جبرائیل کی پھونک بی بی مریم کے رحم تک گئی اور اس سے حمل ٹھر گیا تھا۔

قرآن کو روح کیوں کہتے ہیں؟ جو اس وقت ہمارے جسم میں روح کی حیثیت ہے۔ روح ہے تو جسم آباد ہے، روح کے نکلنے سے جسم بے آباد ہو گیا۔ یہی حیثیت قرآن کی انسانوں کے دلوں میں ہے۔ جس دل میں قرآن ہے وہ دل بھی آباد ہے اور وہ گھر بھی آباد ہے۔ جس گھر میں اسلام اور قرآن نہیں تو انسان کے دل میں دکھ اور درد پھیل جاتا ہے۔ تو لہذا یہاں کون سی روح مراد ہے؟

اب ان تینوں چیزوں کو جمع کر کے دیکھ لیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام جو وحی لے کر آتے تھے ایک موقع پر لوگوں نے کچھ سوال پوچھا تو نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے کہہ دیا کہ ہاں میں کل بتا دوں گا۔ آپؐ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے، تو اللہ کے حکم سے جبرائیل علیہ اسلام روک دیے گئے اور یہ سورہ کہف میں آیات ہیں کہ جب کسی بات کا ارادہ کرو تو ان شاء اللہ کہہ دیا کرو۔ جب 15 دن تک حضرت جبرائیل علیہ اسلام نہ آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی بے چینی محسوس کر رہے تھے کہ میں نے کہہ دیا تھا کہ کل جواب دے دوں گا۔ تو یہ کیوں رک گئے۔ فرشتے کا نہ آنا یہ ہماری مرضی سے نہیں ہوتا۔ کتنی بڑی بات ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھی کتنا کنٹرول میں رکھا ہوا تھا اور ہم نعتوں کے ذریعے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل کر کے دکھا دیتے ہیں لیکن اس دور میں ایسا نہیں ہوتا تھا۔ اللہ کے نبی بھی پورے دل کے

ساتھ رجوع کرتے تھے۔ جب اللہ چاہتا تھا تب ہوتا تھا۔ اس آیت کے ساتھ ایک بہت خوبصورت حدیث ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث اور ابن مسعود کی روایت سے ہے کہ اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے کھیتوں میں جارہے تھے۔ آپؐ کے ہاتھ میں لکڑی تھی۔ میں آپ کے ہمراہ تھا۔ یہودیوں نے جب آپ کو دیکھا تو آپس میں کانا پھوسی شروع کر دی۔ انہوں نے کہا؛ آؤ ہم روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ رہنے دو کہ تمھیں اس سے کیا نتیجہ اور کسی نے کہا کہ رہنے دو تمہارے خلاف یہ نتیجہ ہو گا کہ اس طرح سچ کھل جائے گا۔ بعض لوگ مسئلے پوچھتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں۔ آخروہ آئے اور نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپؐ اپنی لکڑی پر ٹیک لگا کر ٹھہر گئے۔ میں سمجھ گیا کہ وہی اُتر رہی ہے۔ لوگوں کو پتہ تھا کہ اللہ کے نبی کب بولتے ہیں اور جب باتیں کرتے تھے تو عام باتیں کرتے تھے اور جب قرآن وحدیث کی مجلس میں بیٹھ کر یا تفسیر کریں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے قرآن وحدیث کی بات کر رہے ہوں۔

کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی وسلم پر کیفیت طاری ہوگئی خاموش کھڑے رہ گئے اس کے بعد اسی آیت کی تلاوت کی وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ یہ آیت خاص موقع پر نازل ہوئی تھی۔ سورت مکی ہے یا مدنی ایسا ہو جاتا ہے کیوں کہ مجموعی طور پر دیکھا جاتا ہے کہ سورت میں کیا ہے۔ روح کے بارے میں اب تینوں کی تھوڑی سی بات سمجھ لیں جسم کی روح غیب سے تعلق رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر مائیکروفون کو ہم دیکھ سکتے ہیں لیکن اس کو چلتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن عالم امر کی جو باتیں ہوتی ہیں اس کے بارے میں اللہ کہتے ہیں وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا اس کے بارے میں زیادہ سوچنا بھی نہیں چاہیے۔ بہت سارے لوگ روحوں کے اندر کھوئے رہتے ہیں۔ ہمیں عمل کی بات لینی چاہیے۔

اسی کا نام ایمان بالغیب ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت میں ہم پڑھ چکے ہیں يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۔ لہٰذا اس کے بارے میں بھی زیادہ بات نہیں کرنی چاہیے۔ قرآن پاک ایک آبِ حیات ہے۔ جو اللہ نے ہمیں اصل جسم دیا ہے یہ ایک ریپنگ پیپر ہے۔ اندر روح ہوتی ہے۔ روح کی وجہ سے دنیا آباد ہے۔ اللہ تعالیٰ اگلی آیت میں اسی کو بتارہے ہیں

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿٨٦﴾ اور اے محمدؐ، ہم چاہیں تو وہ سب کچھ تم سے چھین لیں جو ہم نے وحی کے ذریعہ سے تم کو عطا کیا ہے، پھر تم ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ پاؤ گے جو اسے واپس دلا سکے۔

کتنی بڑی دھمکی ہے۔ اس آیت میں بھی دیکھیے تو صاف واضح سمجھ آرہا ہے کہ وہ روح سے مراد 'وحی' ہے اسی آیت کو سامنے رکھیں وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ میں روح کے تین معنوں میں جو معنی اِدھر ہے وہ وحی کا ہے اور اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اتنے خوش نہ ہوں کہ ہم نے آپ کو پندرہ پارے یاد کروادیے کہ ہم جب پکڑیں گے آپ کے دماغ سے کھینچ کر لے جائیں گے۔ ذرا آپ میں رعونت آئے گی تو ہم آپ کے دماغ سے یوں اٹھائیں گے کہ کوئی مددگار واپس نہیں لے کر آئے گا کہ ہمارے مقابلے میں کوئی آپ کے ذہن میں ڈال دے۔ یہ بہت بڑی حقیقت ہے، بات کرتے کرتے بھول جاتی ہے۔ وہ آیات جو ہم بھی بیسوں بار پڑھتے ہیں، کسی کو سنانے لگیں تو بھول جاتی ہیں۔ سب سے آسان اللہ کو سنانا ہے۔ بندوں کو سناتے ہوئے انسان تھوڑا سا محتاط ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ یہ قرآن اپنے اندر رکھنا آپ کے بس میں نہیں ہے۔ اگر اسکو انسانی روح کے معاملے میں لیں، سورہ کہف کے مطابق ڈاکٹروں کے ہاتھوں میں نبض پکڑی ہوتی ہیں اور اللہ تعالی روح کو لے جاتا ہے۔

حافظوں کے دماغوں سے اور ذہنوں سے سب کچھ نکل جاتا ہے۔ اللہ کی یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ اس نے آج چودہ سو سال ہو گئے ہیں کہ پورے قرآن کے نور کو اس دنیا میں پھیلایا ہوا ہے اور حقیقت ہے اس کے ساتھ ہی زندگی میں خیر ہے تبھی تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اگلی آیت میں

اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ‌ؕ اِنَّ فَضۡلَهٗ كَانَ عَلَيۡكَ كَبِيۡرًا ﴿۸۷﴾ یہ تو جو کچھ تمہیں ملا ہے تمہارے رب کی رحمت سے ملا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس کا فضل تم پر بہت بڑا ہے۔

یہ تو خاص آپ کے رب کی رحمت ہے یہ قرآن کو فضل کہا گیا ہے قرآن پاک میں کئی جگہ پہ قرآن کو فضل کہا گیا۔ سورۃ یونس میں ہے قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا ؕ قران اللہ کا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ قرآن کی ناقدری نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو

لَنَذۡهَبَنَّ بِالَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ جب ہم چوائس ہونے کے باوجود قرآن سے دور ہوتے ہیں، تو اس آیت کو سوچ لیں۔ عین وقت پہ اللہ اس کا بدلہ لے گا، جب ہم قرآن کی کلاس سے چھٹی کرتے ہیں، جب ہمارے سامنے پیپر آئے گا، جو ہمیں آتا تھا وہ بھول گیا۔ یہ ہماری قرآن کی کلاس سے چھٹی کی سزا ہے۔ پھر اس آیت کو یاد کرینگے۔ ہمارا پورے ویک اینڈ پہ قرآن کو نہ کھولنا، ہمیں اس کی سزا ملی ہے۔ یعنی یہ چھوٹی چھوٹی خیانتیں ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ اللہ ان کا بہت بڑا انتقام لیتا ہے، پھر اس کے بعد سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس کائنات کا حسن اس کتاب کے ساتھ ہے اور ہماری زندگیوں کے اندر برکت، صحت، عافیت، تندرستی، دل کا سکون اس کتاب کے ساتھ ہے۔ بعض دفعہ اللہ تعالی کچھ ایسے لوگوں سے ملاقات کروا دیتا ہے کہ جن کو دیکھ کر نعمت کا احساس ہوتا ہے۔ نعمت کی جتنی قدر کریں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور دے گا۔

اور یہ اللہ کے نبی پہ فضل کیسے تھا وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ اللہ کے نبی کے مادی مسائل نہیں تھے۔ باپ کا انتقال ہو چکا ہے، گھر میں اور دولت کوئی نہیں لیکن اللہ نے آپ کو کیسا نوازا، قیامت تک کے لئے آپ کے تذکرے رکھ دیے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ ہمیں اپنے آپ پر رشک کرنا چاہیے کیونکہ ساری حسرتیں سارے افسوس اپنے دل سے نکال دیں آخری بات کر کے آگے چلتے ہیں کہ

4۔روح کو شعور کے معنی میں بھی لیا گیا ہیں چوتھا معنی ہے

یہ وحی بھی تھی۔ حامل وہی بھی تھے۔ انسان بھی ہیں۔ 3 معنی ہیں، حامل وحی کون ہیں؟ جبرائیل اور انسان جس کے اوپر یہ آتی ہے، اس کے اندر کی روحیں لیکن شعور کے معنوں میں بھی ہے۔ مطلب کیا ہے کہ کچھ لوگوں کو اللہ شعور زیادہ دے دیتا ہے۔ دوسروں سے ایکسٹرا اکیئر فل ہوتے ہیں۔ بات کرتے ہوئے، چلتے ہوئے سنتے، ہوئے، بیٹھتے ہوئے، ہر وقت اپنے آپ کو چیک کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے تو انسان کی کوششوں میں برکت بہت جلدی آتی ہے۔ جیسے ماں کے پیٹ میں جب بچہ ہوتا ہے تو بچے کے اندر کب روح آئی ماں کو پتہ ہی نہیں ہوتا۔ بعض دفعہ تو بچہ ماں کے پیٹ میں مر جاتا ہے کئی ہفتے پتہ ہی نہیں چلتا بعد میں ڈاکٹر بتاتے ہیں۔ تو ہم کتنے مجبور ہیں۔ تینوں، چاروں معنوں میں ربط بھی ہے۔ جبرائیل روح الامین۔

اصل روح قرآن ہے اور جب یہ جسم میں آتی ہے تو انسان کی روحانیت کی تسکین ہوتی ہے۔ یعنی زندگی کے اندر حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر دیکھیں روح اوپر اٹھتی ہے۔ کبھی ایسا ہوا ہے کہ انسان کی روح زمین پر گر گئی ہو، جسم مٹی کا تھا، روح آسمان پر چلی گئی۔ فرشتہ بھی آسمان سے آیا تھا اور قرآن اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ جسمانی تقاضے زمین کی طرف کھینچتے ہیں۔ آپ کی روح ویک اینڈ کے بعد مردہ ہوئی

ہوتی ہے، چیخ، پکار رہی ہوتی ہے، چل چلا رہی ہوتی ہے۔ماں باپ بچوں کو آسمان سے زمین پر لاتے ہیں اور استاد زمین سے آسمان کی طرف لے جاتا ہے۔ماں باپ کو کھانے کی فکر ہوتی ہے کہ اس کا رنگ پیلا ہو گیا، ناخن سفید ہو گئے ہیں، اس کا قد نہیں بڑھتا۔اور استاد کو انسان کی اخلاقی گروتھ کی فکر ہوتی ہے، روحانیت کی فکر ہوتی ہے۔وہ پریشان ہوتے کہ اس کی آنکھوں میں وہ نمی کیوں نہیں ہے جو قرآن کی آیتوں کی وجہ سے آنی چاہیے، اس کا پورا جسم ساکت ہو کر کیوں نہیں سن رہا، استاد ہر وقت انہیں غموں میں مبتلا رہتا ہے۔

تو اللہ کے نبی کی صورت میں سب سے بڑے روحانی استاد کو اللہ نے ہمارے سامنے رکھ دیا کہ جنہوں نے وحی کے ذریعے ہماری روحانی ترقی کا کام کیا۔اگر ہم نہ کر سکے تو پھر ہم نے اس چیز کی قدر نہیں کی۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا کتاب کی فکر کرنے والا بنا دے۔حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے قریب شام کی طرف سے ایک ہوا چلے گی اور قرآن حافظو کے سینوں سے اور قرآن کے صفحوں سے نکل جائے گا۔پھر اس کے بعد اسی آیت کی تلاوت کی وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ کہ ہم جب چاہے اس کو اتار لے اس میں اتنی بڑی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔اس کے بعد اس کا موضوع کچھ پلٹتا ہے۔اصل میں یہاں مکہ والوں کو اور آج کے مسلمانوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام دکھایا جا رہا تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں ہدایت کی طلب اور تڑپ نہیں ہوتی ان کو جب بھی دین کی دعوت دی جائے، جیسا کہ یہاں وحی کی دعوت دی جا رہی ہے، اس کے جواب میں نت نئے مطالبے کرتے ہیں۔وہ خود کو اتنا عقلمند اور سمجھدار محسوس کرواتے ہیں کہ ہم سے زیادہ کوئی عقلمند نہیں۔تیرہ سو سال ہو گئے ہیں نبی کریمؐ کو دین کی دعوت دیتے ہوئے

اور لوگوں کو بتاتے تھے کہ دیکھو تمہاری مردہ زندگیوں میں جو روح پڑے گی اور وہ روح اس قرآن سے پڑے گی لیکن لوگوں کے دلوں میں تڑپ نہیں ہوتی اس لیے کتاب کو پسِ پُشت ڈال دیتے ہیں۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگاتے کہ آپ کو کوئی عجمی سکھا کر جاتا ہے، تو آیت نمبر 88 میں وہی چیلنج دوبارہ آرہا ہے جو پیچھے بھی تین دفعہ قرآن پاک میں پڑھ چکے ہیں، قرآن جیسی کوئی ایک کتاب اور لے آؤ۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿٨٨﴾ کہہ دو کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے، چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وہاں کیا تھا ایک سورت یہاں دیکھیں بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ پورا قرآن بنا کر لاؤ۔ سورۃ بنی اسرائیل میں لفظ قرآن بار بار آرہا ہے۔ لفظ قرآن فعلان کا وزن ہے، یہ بہت زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ تم اس قرآن جیسا تو بنا نہیں سکتے چلو اس سے ملتا جلتا لے آؤ۔ بعض دفعہ لوگ جب بھی قرآن کے بارے میں بات ہوتی ہے غصے میں آجاتے ہیں کہ فلاں جگہ قرآن کو خراب کیا جا رہا ہے۔ وہ نہیں کر سکتے لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ قرآن تو کیا اس جیسی کوئی مثال بھی پیش نہیں کر سکتے، چاہے سارے لوگ ان کے مددگار ہو جائیں کیونکہ یہ رب کا کلام ہے اور وہ انسانوں کی کوششیں ہیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٨٩﴾ اور ہم نے قرآن میں سب باتیں طرح طرح سے بیان کر دی ہیں۔ مگر اکثر لوگوں نے انکار کرنے کے سوا قبول نہ کیا۔

اس قرآن میں ہر قسم کے لوگوں کی طرح طرح کی مثالیں ہیں۔ کتنی دفعہ قرآن میں آدم اور ابلیس کا قصہ آیا۔ یہ وہ آیت ہے کہ جس کے بارے میں بار بار بات کر کے مزہ آتا ہے۔ فَاَبٰٓی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا کفران نعمت پر اڑے ہوتے ہیں۔ اب آگے آیت نمبر 90 سے اس کا ایک ہی موضوع ہے جو کہ بہت اہم ہے "نہ ماننے کے بہانے"۔ جس بچے کو بھوک نہ ہو، اس کی ماں اس کو چاہے جتنی آفر کر دے تو وہ بچہ کھانا' نہیں کھاتا۔ عقلمند ماں سمجھ جاتی ہے کہ اس کو بھوک نہیں ہے۔ جس کو بھوک ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے روٹی پر اچار رکھ کر دیں میں کھالوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے ذریعے انسان کو قرآن اور کتابیں دیں اور آج کے دور میں ہمیں قرآن کی تعلیمات اس لیے دی جاتی ہیں کہ دنیا میں رہتے ہوئے ہم اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو یاد کریں۔ اس سے دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ مل سکتا ہے۔ لیکن جو لوگ اس کو سنجیدگی سے نہیں لیتے اور جب ان کو دعوت دی جاتی ہے تو جواب میں طرح طرح کے مطالبے کرتے ہیں۔ مکہ کا یہ وہ دَور تھا جب مشرکین نے دعوت کے مقابلے میں مطالبے شروع کر دیئے اور ان کے سارے مطالبوں میں دنیا بھری ہوئی تھی۔ اللہ کا نبی قرآن پیش کر رہا ہے۔ پڑھو اس کو سیکھو اور اس پر عمل کرو ان کا جواب

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ (عجیب و غریب باتیں نہ دکھاؤ یعنی یا تو) ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کر دو۔

اور مکہ والے نہیں بولے بلکہ جو نہیں مانتے تھے وہ لوگ بولے تھے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ ہر گز ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے اور لَنْ نُّؤْمِنَ کے بعد جو لَكَ ہے یومِنَ، یُؤمِنُ کے بعد جب لام لگ جاتا ہے تو اس

کا مطلب ہے ماننا اور تابع ہونا، اس کتاب کو ماننے کی بات ہم ہر گز نہیں مانیں گے۔ کب تک نہیں مانیں گے حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا یہاں تک کہ جب آپ جاری کر دیں زمین میں سے ہمارے لئے ایک چشمہ، اس کا کیا تعلق ہے قرآن پڑھنے سے، کتنا غیر متعلقہ مطالبہ تھا۔ يَنْۢبُوْعًا ابلتے ہوئے چشمے کو کہتے ہیں، بہت زور کے ساتھ نکلتا ہے۔ ن، ب، ء، نبا کا مطلب ہے 'خبر'۔ خبر بھی تو اسی طرح ہی پھیلتی ہے۔ کیوں کہ مدینہ میں پانی نہیں ہوتا تھا تو قرآن کے مقابلے میں اپنی دنیا ہی مانگی ہے اور اگلا مطالبہ دیکھیں، پھر آپ یہ کام نہیں کر سکتے تو چلیں کچھ اور کر دیں

اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں رواں کر دے۔

اگر یہ نہیں ہو سکتا تو چلیں کچھ کھجوروں اور انگوروں سے ایک بھرا ہوا باغ لے آئیں۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو ایک نہر پھاڑ دیں تَفْجِيْرًا کا لفظ ف، ج، ر، سے ہے وسیع پیمانے پر پھاڑنا اور اس طرح پھٹی ہوئی نہروں میں سے نہریں نکلتی ہیں کہ شاخ دار نہروں کی طرف اشارہ ہے۔ اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو اگلا مطالبہ

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ یا تو آسمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے یا خدا اور فرشتوں کو رُو در رُو ہمارے سامنے لے آئے۔

تمہارا کیا حال ہو گا کہ اگر آسمان کے ٹکڑے گر گئے، تو کیا تم بچو گے اور اس کا اشارہ قیامت کی

طرف ہے۔اور یہ بات وہی کہتا ہے جس کے دل میں شک ہوتا ہے۔ ہمیں آسمان کا ٹکڑا گرا کر دکھاؤ، اگر یہ بھی نہیں قیامت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے سامنے آنا ہے تب نہیں تو آج ہی اللہ اور اس کے فرشتے سامنے آ جائیں اور اس کے علاوہ اگر یہ بھی نہیں،

اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّىْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾

یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے، اور تیرے چڑھنے کا بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک کہ تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں "اے محمدؐ، اِن سے کہو" پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور بھی کچھ ہوں؟

ان کے مطالبے بالکل بچوں کی طرح لگتے تھے۔ کہا کہ یہ سب کر کے اگر آپ آسمان پر بھی چڑھ جائیں تو ہم تب بھی نہیں مانیں گے۔ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کو اکیلے میں آکر کیوں کتاب دیتے ہیں۔ سب کے سامنے آسمان سے جائیں اور ایک کتاب کو لائیں، جسے ہم خود پڑھیں۔ کتنے لمبے مطالبے کرتے ہیں۔ اب تک چھ سے زیادہ آٹھ چیزیں مانگی ہیں۔ آدھی لائن کا جواب ہے ایسے نازک، مزاج لوگوں کے لئے قُلْ کہہ دیجئے سُبْحَانَ رَبِّىْ یا کہیئے، میرا رب پاک ہے هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا نہیں ہوں میں مگر ایک بشر رسول، میں تو ایک انسان ہوں، کھاتا پیتا ہوں، بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہوں۔ میرا کام، میرا کردار اور میری سیرت بالکل واضح ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے پاس اللہ کی وحی آتی ہے اور پیغام آتا ہے اور وحی تب آتی ہے جب اللہ چاہتا ہے کیونکہ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ تو لہذا میں تمہارے یہ مطالبے نہیں مان سکتا۔

اتنی نامعقول باتوں کا صرف اتناہی جواب ہوناچاہیے۔

یہ ساری باتیں سنتے ہوئے صرف یہی نوٹ کیا جاتا یہ کتنے بے وقوف لوگ تھے۔ آج مسلمان قرآن سے کیا چاہتے ہیں۔ اس کی آیات پڑھیں تاکہ بچوں کے رشتے ہو جائیں۔ جو پیچھے آیت پڑھی ہے رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ لوگ اس آیت کو شوگر کے لیے پڑھتے ہیں۔ آج بھی ہم اس قرآن کو صرف دنیا کے لیے ہی پڑھتے ہیں۔ اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ سونا مل جائے، چشمے آجائیں تو کیا آج ہم بھی نہیں چاہتے کہ قرآن پڑھ دیں ہمارے بھی دنیا کے کام ہو جائیں۔ حقیقت ہے کہ جب لوگوں کے دل پر دنیا سوار ہوتی ہیں تو وہ اس قرآن سے بھی صرف دنیا ہی لیناچاہتے ہیں اور جب قرآن پڑھنے کے بعد دنیا جاتی ہوئی نظر آئے، اللہ کی نافرمانی کی چیزیں چھوڑنی پڑیں، تو یہ لوگوں کو بہت مشکل لگتا ہے۔ پھر لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہم سے نہیں ہو گا۔ اور نہ ہم سے یہ قرآن پڑھا جاتا ہے جو ساری زندگی ہمیں مشکل میں ڈال دے اور ہم اللہ سے دعا کریں گے کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ہماری ترجیحات کو بدل دے۔

اگر اس کے بعد بھی آپکا معمول نہیں بدل رہا، کھانے، دعوت، شادی، منگنی، انہیں سب چیزوں میں دل اٹکا ہوتا ہے تو یاد رکھیے کہ یہ قرآن پھر آپ کے دل میں نہیں اترے گا۔ ہمارا فوکس نہیں ہے، اگر آپ گھر جاکے ترجمہ یاد نہیں کرتے، اپنے ہاتھوں سے اسائنمنٹس نہیں بناتے تو یہ خود پہ ظلم ہے۔ یہ سب کچھ وقت انسان کو بتا دیتا ہے۔

جس کو اللہ تعالیٰ اتنی بڑی نعمت عطا کرے اور پھر اس نے نعمت کو تھوڑا حاصل کرے اور تھوڑا سا چھوڑ دے تو یہ ناقدری کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو ہم سب کے لئے آسان کر دے بہانوں کی بجائے ہم توفیق مانگیں اور اللہ تعالی سے کہیں کہ اس قرآن کی جو خاص برکتیں ہیں ہمیں وہ عطا کر دے۔

یہ کتاب صرف مسلمانوں کو فائدہ نہیں دیتی، بلکہ غیر مسلم کو بھی فائدہ دیتی ہیں۔ایک دن ایک نان مسلم عورت نے کہا کہ جب میں قرآن پڑھتی ہوں تو اس نے کہا مجھے بہت سکون آتا ہے ہم تو پھر بھی مسلمان ہیں۔ قرآن کی آیات کو سنجیدگی سے لیں اور اسے اپنے دل میں اُتاریں۔